وقت کی تعریف، اپنے وقت کی قدر کریں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۹ رجنوری ۱۹۸۷ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۱﴾ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۲﴾ (آل عمران: ۱۹۱-۱۹۲)

پھر فرمایا:

آج جب میں نے اذان کے لئے اجازت دینی تھی کہ اذان دے دیں تو اس وقت میرے منہ سے اذان کی بجائے یہ فقرہ نکلا کہ وقت دے دیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آج کے خطبہ کے لئے میں نے وقت کا موضوع چنا ہوا تھا اور وقت میرے ذہن میں اس طرح گردش کھا رہا تھا کہ بے اختیار خود بخود زبان سے اذان کی بجائے وقت دے دیں کا لفظ نکل گیا۔ اگر ایک مضمون ذہن پر غالب آجائے بہت زیادہ تو بعض دفعہ انسان کی زبان پر بھی اس کا قبضہ ہو جاتا ہے، اس کے افعال پر بھی اس کا قبضہ ہو جاتا ہے۔ تبھی سوتے میں جب اٹھ کے بچے چلتے ہیں ان کو پتا نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ لیکن ان کے افعال پر بھی ذہن میں جو خیالات گھوم رہے ہیں ان کا قبضہ ہوا ہوتا ہے۔ تو بہر حال

وقتی طور پر تو وقت نے قبضہ کیا لیکن مضمون آج کا میرا یہ ہے کہ آپ وقت پر قبضہ کریں، وقت کو اپنے اوپر قبضہ نہ کرنے دیں۔

یہ آیات کریمہ جو میں نے چنی ہیں آج کے لئے، اس میں وقت کے مضمون پر بڑی گہری روشنی ڈالی گئی ہے۔ وہ امور جن میں اللہ تعالیٰ کے صاحب عقل و فہم بندوں کے لئے نشانات ہیں ان میں سے ایک یہ امر بیان فرمایا گیا ہے وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ کہ رات اور دن کے بدلنے میں جہاں تک عمومی طور پر اس آیت کے ترجمے کا تعلق ہے یہی ترجمہ پڑھایا بھی جاتا ہے اور عام طور پر لوگوں کے ذہن میں آتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ صبح کے رات ہو جانے اور رات کے صبح ہو جانے میں حالانکہ اختلاف کا لفظ صرف اس طرف متوجہ نہیں کرتا بلکہ رات کے اندر جو اختلافی حالتیں پائی جاتیں ہیں اس طرف بھی اشارہ ہے اور دن کے اندر جو اختلافی حالتیں پائی جاتی ہیں اس طرف بھی اشارہ ہے۔ اندرونی طور پر بھی اختلافات ہو رہے ہیں رات کے اندر اور اندرونی طور پر بھی اختلافات ہو رہے ہیں دن کے اندر اور یہ ایک بالکل الگ مضمون ہے جس پر غور کریں تو خدا تعالیٰ کی صاحب فہم قوموں کے لئے اس میں بڑے نشانات ہیں۔ کس طرح راتیں دنوں میں تبدیل ہوا کرتی ہیں۔ کس طرح دن راتوں میں بدل جاتے ہیں؟ وہ کیا محرکات ہیں کیا موجبات ہیں؟ اور ان کی طرف اگر غور کریں صاحب فہم لوگ تو وہ معلوم کریں گے کہ یہ سارا کھیل عبث نہیں، باطل نہیں اور ہم اس بات میں خدا کے ہاں جوابدہ ہیں کہ ہم نے اپنی راتوں کو کس طرح دنوں میں تبدیل کیا اور کس طرح ہم نے اپنے دنوں کو راتوں میں بدلا مگر یہ بہرحال ایک بہت ہی دلچسپ اور تفصیلی مضمون ہے جو آج کے موضوع سے براہ راست متعلق نہیں، ہے تو سہی مگر اس حصے پر میں نے توجہ نہیں دینی آج، ایک اور حصے کے لئے آپ سے آج میں مخاطب ہوں۔

دوسرا اس میں دن اور رات کے چھوٹے اور بڑے ہونے کا مضمون بھی ہے۔ کبھی دن چھوٹے ہو جاتے ہیں، کبھی راتیں چھوٹی ہو جاتی ہیں اور جہاں تک وقت کا تعلق ہے وقت کو انسان ان دو ہی پیمانوں سے ناپتا ہے۔ دن کے رات ہونے کے نتیجے میں اس کو وقت کا احساس ہوتا ہے، اس کی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے۔ رات کے دن ہونے کے نتیجے میں اس کو وقت کی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے اور پھر دورانی طور پر وقت کا ہر پیمانہ بدل رہا ہوتا ہے۔ کبھی رات چھوٹی ہو رہی ہے تو چھوٹی

ہوتی چلی جارہی ہے۔ کبھی دن چھوٹا ہوتا ہے تو چھوٹا ہوتا چلا جا رہا ہے اور بہت ہی کم ایسی جگہیں ہیں جہاں دن اور رات حسابی طور پر برابر قرار دیئے جاسکیں۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ حسابی طور پر سو فیصدی ان کو بھی برابر نہیں کہا جا سکتا اور ان کے برابر ہونے میں بھی پھر کچھ نشانات ہیں۔ تو ایک اور مضمون اس میں داخل ہو گیا۔ جہاں برابر ہوں گے دن اور رات وہاں بھی کچھ حکمتیں اس کے پیش نظر ہیں ان پر غور کرو۔ تو ہمارا وقت دن اور رات کی حیثیت سے بھی گھوم رہا ہے اور سال کی حیثیت سے بھی گھوم رہا ہے۔ اس میں جو بہت سے نشانات ہیں اولوالالباب کے لئے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں غور کرتے رہنا چاہئے کہ اس کا فلسفہ کیا ہے۔ اور وقت کو ہم کیسے سمجھیں، ان اشاروں کے نتیجے میں جو قرآن کریم نے ہمارے لئے اس موقع پر واضح فرمائے ہیں۔

ایک بچے کو آپ ایک پہیہ پر گھومتے دیکھتے ہیں، نمائشوں میں، پاکستان میں، ہندوستان وغیرہ میں، افریقہ کے ممالک میں بھی، چھوٹے چھوٹے میلوں میں اور چیزیں ہوں نہ ہوں یہ پہیہ ضرور آپ کو نظر آئے گا۔ اتنا شوق ہوتا ہے بچوں کو پہیہ پر گھومنے کا۔ کبھی اس کی حرکت عمودی ہوتی ہے، کبھی زمین سے متوازی ہوتی ہے، یعنی یوں گھومتا ہے، بہر حال پہیہ پر بیٹھنے کا بڑا شوق ہوتا ہے اور جتنی اس کی رفتار تیز ہو اتنا زیادہ بچہ Excite ہوتا ہے۔ جتنا سست رفتار ہو جائے پہیہ اتنا وہ بور ہوتا چلا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کو کھڑا ہوا محسوس ہو تو وہ فوراً اس پہیہ سے اتر جائے گا۔

ہماری زمین کی جو حرکت ہے وہ ایک پہیہ کی طرح ہے اور اس پہیہ کی حرکت میں اور اس بچے کے پہیہ کی حرکت میں کیا چیزیں ملتی جلتی ہیں، کیا فرق ہیں ان پر اگر آپ غور کریں تو وقت کے متعلق کچھ نئے نئے مضامین بھی آپ کے سامنے آتے چلے جائیں گے۔

بچے کو Excitement یعنی اس کے اندر جو طبیعت میں ہیجان پیدا ہوتا ہے اس کا تعلق رفتار کے حساب سے ہے اور اگر اس کو رفتار کا احساس نہ رہے تو وہ ہیجان پیدا نہیں ہوگا۔ چنانچہ زمین اس سے بہت زیادہ تیز رفتاری سے گھوم رہی ہے جس تیز رفتاری سے وہ پہیہ گھومتا ہے یا گھوم سکتا ہے۔ زیادہ سے زیادہ تیز رفتار جس پر ایک دفعہ میں بھی بیٹھا تھا۔ پہیہ تو نہیں ہے وہ ایک Space Ride کہتے ہیں امریکہ میں، وہ تین سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے وہ چیز حرکت کر رہی تھی وہ سو فیصدی بیضوی نہیں تھی، لیکن اس میں بڑی Excitement تھی۔ تو زمین جو خدا تعالیٰ نے

بنائی ہے اس کی حرکت ایک ہزار میل سے کچھ اوپر ہے یعنی کیونکہ ہر جگہ برابر نہیں لیکن جو زیادہ سے زیادہ حرکت ہے چوبیس گھنٹے میں چونکہ پوری ہوتی ہے اور زیادہ سے زیادہ اس کا گھیر پچیس ہزار میل کے لگ بھگ ہے تو اس لئے ایک گھنٹے میں ایک ہزار میل سے کچھ اوپر رفتار سے ہم حرکت کر رہے ہیں اور پہیہ کی طرح بعینہٖ بظاہر وہیں نکل آتے ہیں جہاں سے چلے تھے اور اس کے باوجود اس کی وجہ سے کوئی Excitement نہیں۔ حرکت کا احساس نہیں ہے لیکن اس کے باوجود اگر آپ متوجہ ہوں اور وقت کو سمجھیں زیادہ تو پھر آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے لئے خدا تعالیٰ نے Excitement اور ہیجان کے کیا پیمانے رکھے ہیں۔ ایک بات تو قطعی ہے یہ دورانی سفر اگر ہیجان کے بغیر ہو تو یہ بے معنی اور بور زندگی بن جاتی ہے۔ چونکہ ہمیں رفتار کا احساس نہیں ہو رہا جو بچے کو ہوتا ہے چھوٹے پہیہ پہ بیٹھ کے اس لئے ہمارے نزدیک زمین کھڑی ہے۔

حرکت کا احساس کیسے ہو؟ اس کے اوپر جب آپ غور کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بچوں کے کھیل کا پہیہ تو بعینہٖ وہیں نکلتا ہے جہاں سے وہ چلتا ہے اور ہر حرکت مکمل کر کے وہیں جا نکلتا ہے پھر لیکن زمین کا پہیہ وہاں نہیں نکل رہا بلکہ ہر حالت اس کے اندر اس کثرت سے تبدیل ہو رہی ہے کہ جب وہ ایک چکر پورا کرتا ہے تو اس وقت کی زمین بدل چکی ہوتی ہے اس کا نقشہ بدل چکا ہوتا ہے۔ حالانکہ پہیہ اسی شکل میں رہتا ہے اس میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو رہی ہوتی لیکن زمین میں ہر وقت تبدیلی ہو رہی ہے۔ اس لئے چوبیس گھنٹے کے بعد آپ کی زمین میں بے انتہا ایسی تبدیلیاں ہو چکی ہیں جن کو آپ گن بھی نہیں سکتے۔ ارب ہا ارب تبدیلیاں ہو رہی ہیں۔ ہر جانور تبدیل ہو رہا ہے یہاں تک کہ بعض جانوروں کے اندر جو خدا تعالیٰ نے ان کی زندگی کا چکر رکھا ہے وہ ایک چوبیس گھنٹے کے اندر کئی بار پورا ہو چکا ہوتا ہے۔ بیکٹیریا جو ہمارے جسم کے اندر خوفناک بیماریاں بن کے بعض دفعہ داخل ہوتے ہیں ان کی زندگی کا پورا چکر بعض دفعہ ایک دو چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں ہوتا اور بعض دفعہ اس سے بھی بہت کم یہاں تک کہ تیز رفتاری سے یہ پیدا ہوتے، جوان ہوتے اس عرصے میں نشو و نما پاتے اور مر جاتے ہیں تو ان کی نشو و نما کی رفتار چکر چھوٹے ہونے کی وجہ سے غیر معمولی طور پر تیز ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے انسانی جسم پہ قبضہ کرتے ہیں۔

تو ہر حرکت کے اندر، ہر دن کے اندر کچھ اور حرکتیں ہو رہی ہیں، ہمارے طبع کے اندر جن کا

مزاج داخل ہو چکا ہے اوران سے ہم الگ نہیں ہو سکتے جس طرح زمین کے پہیہ کی حرکت پر ہم مجبور ہیں کہ اسی رفتار سے گھومتے رہیں اسی طرح خدا تعالیٰ نے ہر زندگی اور غیر زندہ چیزوں میں بھی کچھ دور مقرر کر دیئے ہیں اور وہ اندرونی طور پر حرکتیں کر رہے ہیں۔ اس لئے جب بھی زمین چکر لگا کر ایک مقام پر دوبارہ نکلتی ہے تو وہ زمین نہیں ہوتی جو وہاں سے چلی تھی اور جتنا زیادہ انسان کو ان تبدیلیوں میں دخل ہوا اتنا زیادہ انسان اپنے آپ کو ایک ہیجان کی حالت میں پاتا ہے۔ جتنا زیادہ یہ تبدیلیاں انسان پر اثر انداز ہوں اتنا زیادہ انسان کے اندر ہیجان پیدا ہوتا ہے یا اس کا فقدان ہوتا ہے۔ لیکن اس کے سوا ایک اور بھی تبدیلی ہو رہی ہے وہ ہے سال کی تبدیلی یعنی زمین پورے سال میں سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اس کے نتیجے میں ایک اور طرح بھی فرق پڑتا چلا جاتا ہے کہ آج ہم اس وقت جس مقام پر کھڑے ہیں اگر ساری زمین کی تمام اندرونی حرکتیں بند ہو جائیں اور ساکت اور منجمد ہو جائیں زمانہ زمین کے لحاظ سے تب بھی چونکہ یہ سورج کے گرد گھوم رہی ہے اس لئے کل اس وقت یہ زمین وہاں نہیں ہوگی جہاں آج اس وقت ہے اور اس کے دن اور رات میں پھر بھی تبدیلی آجائے گی اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ کا مضمون اسی طرح جاری رہے گا کہ اس میں ایک دورانی تبدیلی بھی پیدا ہو رہی ہے۔

تو اگر آپ غور کریں تو وقت ایک حرکت کرتی ہوئی چیز کا نام ہے یا حرکت ہی کا نام ہے۔ سکون موت ہے اور حرکت وقت ہے اور حرکت ہی دراصل وہ چیز ہے جس سے Excitement پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر حرکت کا احساس ہو تب یا حرکت میں آپ متحرک ہو جائیں اپنی ذات میں ان معنوں میں کہ تبدیلیوں میں آپ کا حصہ پیدا ہو جائے یا تبدیلیوں سے آپ کا تعلق پیدا ہو جائے۔ یہ دو باتیں ہیں جو وقت کے گزرنے کا احساس پیدا کر کے آپ کے اندر لذت پیدا کرتی ہیں۔ ان کا جو فقدان ہے اسی کا نام موت ہے، اسی کا نام انجماد اور سکوت ہے۔

پس جب ہم وقت کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھیں تو سیدھی حرکت کرنے والی چیز کوئی نہیں ہے دنیا میں۔ Spiral Movement کا نام وقت ہے یعنی زمین اپنے گرد گھومتی ہے اگر یہ کھڑی ہوتی ایک ہی جگہ تو یہ صرف محوری گردش تھی چونکہ اور بھی حرکت کرتی جارہی اس لئے Spiral Movement ہوگئی ہے اس کی۔ جس طرح پیچ میں آپ پیچ کے ساتھ انگلی گھمائیں تو پورا چکر

کھانے کے باوجود بھی انگلی وہاں نہیں نکلے گی جہاں پہلے تھی۔ ہر چکر کے ساتھ انگلی آگے بڑھتی چلی جائے گی لیکن چکر میں بڑھ رہی ہے اور سورج سمیت یہ نظام شمسی پھر گھوم رہا ہے اور نظام شمسی کا وقت اس طرح بنتا چلا جا رہا ہے ایک اور طریق پر اور یہ جو گلیکسی (Galaxy) جس کا ہم حصہ ہیں یہ گلیکسی اپنے گرد بھی گھوم رہی ہے اور اس کے علاوہ ایک اور گردش کر رہی ہے اور یہ ساری کائنات جس میں ان گنت گلیکسیز ہیں یہ خود ساری کائنات بھی حرکت میں ہے اور ہر چیز ایک دوسرے سے الگ ہوتی جارہی ہے اور فاصلے بڑھ رہے ہیں وہ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریات: ۴۸) کا نقشہ ہے حیرت انگیز اور جس طرف سے، جس زاویے سے بھی آپ دیکھیں وہاں وقت کے پیمانے بدل جائیں گے۔ ہم فی الحال اپنے وقت کے پیمانے میں محدود ہیں اور جو وقت خدا نے ہمیں دیا ہے اس کا خلاصہ وہی ہے جو قرآن کریم نے بیان کر دیا۔ اور جو دوسرے اوقات ہیں ان کی طرف ایک اور آیت میں اشارہ فرمایا كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ (الانبیاء: ۳۴) کہ صرف تم ہی نہیں ہو جو محوری گردش میں مبتلا ہو اور دورانی گردش میں مبتلا ہو ہر چیز ایک بیضوی شکل میں گھوم رہی ہے۔ بیضوی شکل کا مطلب یہ ہے کہ ضروری نہیں کے گولائی ہو، خواہ نسبتاً انڈے کی طرز پہ ہو یا جس شکل میں بھی ہو وہ حرکت، واپس آنے والی ہے یعنی اس میں ایک قسم کی واپسی بھی ہے۔ یہ ہے مضمون قرآن کریم نے جو وقت کا ہمارے سامنے رکھا ہے۔

اب سوال یہ ہے اس مضمون کے پیش نظر ہمارے لئے اس میں کیا نشانات ہیں۔ آیت کا آخری حصہ اس طرف انگلی اٹھا رہا ہے۔ خلاصہ اس غور کا وہ مومن جو خدا کو یاد رکھتے ہیں، یہ نکالتے ہیں کہ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہ اے خدا! تو نے اس سارے نظام کائنات کو باطل پیدا نہیں کیا۔ بے مقصد اور لغو پیدا نہیں کیا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اس لئے اگر ہماری حرکت باطل کی طرف ہوگی تو چونکہ ہم مقصد کائنات کے خلاف حرکت کر رہے ہوں گے اس لئے لازماً ہم پکڑے جائیں گے، ہمیں نقصان پہنچے گا۔ اس لئے تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ ہماری حرکت اس طرف ہو جو باطل کے خلاف ہو۔ اب سوال یہ ہے وقت کا ہر لمحہ اگر آپ غور کریں چونکہ یہ حرکت کا نام ہے اس لئے حرکت تبھی ہوگی اگر وقت کو بھرا جائے۔ اگر وقت کا لمحہ خالی ہو، اس کو کسی چیز سے نہ بھریں وہ تو متحرک ہے ہی نہیں، وہ وقت ہی نہیں ہے۔ تو ایک بات تو یہ ہمارے سامنے آئی اس آیت پہ غور کرنے سے کہ ہمارے وقت کا پیمانہ ہمارے اپنے اعمال

ہیں۔ جتنا ہم تیز رفتاری کے ساتھ اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کر رہے ہیں یا زمانے کو بدل رہے ہیں یا زمانے پر اثر انداز ہو رہے ہیں، اتنی تیز رفتاری سے ہمارا وقت گھوم رہا ہے۔ اس پہلو سے اگر آپ غور کریں تو پتا چلے گا کہ ہم میں سے ایک بڑی بھاری تعداد ایسی ہے جو وقت کا ایک بہت بڑا حصہ ان معنوں میں ضائع کر دیتی ہیں کہ وقت بنتا ہی نہیں وہ۔

قرآن کریم نے جو وقت کا نقشہ کھینچا ہے وہ آگے بڑھنے والا وقت ہے جو کوٹ کوٹ کر تبدیلیوں سے بھرا ہوا ہے۔ ایک لمحے کا کروڑواں در کروڑواں حصہ بھی ایسا نہیں جس میں کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی شکل کی تبدیلیاں نہیں ہو رہیں۔ اس لئے کچھ تبدیلیاں تو ہمارے اندر ہوں گی بہر حال کیونکہ قدرت نے ہمیں مجبور کیا ہوا ہے۔ جس وقت کے ہم جوابدہ ہیں فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ کا مطلب یہ ہے اس دعا کا کہ ہم اپنے وقت کے جوابدہ ہیں، ہمیں یہ سمجھ آ گئی ہے۔ جس وقت کے ہم جوابدہ ہیں وہ وہ وقت ہے جس کا ہماری ذات کی تبدیلیوں سے تعلق ہے۔ ہمارے اندر جو ہم تبدیلیاں خود کر رہے ہیں اپنے اندر یا اپنے ماحول اور گردو پیش میں جو تبدیلیاں کر رہے ہیں، ان کا نام وقت ہے۔ اگر ہم فعال نہ رہیں تو ہمارا وقت اس حد تک ضائع ہو گیا یا وقت چلا ہی نہیں۔ اس لئے بظاہر بعض لوگ ساٹھ سال، ستر سال، سو سال زندہ رہتے ہیں لیکن ان کا عملی وقت اگر آپ دیکھیں قرآن کریم کی تعریف کی رو سے تو اس میں سے بہت سارا حصہ خلا ہے، وقت ہے ہی نہیں۔ عمر کو اگر اعمال کے پیمانے سے جانچا جائے تو بہت ہی تھوڑا وقت ملے گا جس میں انسان زندہ رہا ہے۔ جو مادہ پرست قومیں ہیں ان میں نسبتاً زیادہ وقت کی قدر ہے لیکن رخ باطل کی طرف ہو گیا ہے اس لئے وہ اس پہلو سے جوابدہ ہوں گی لیکن میں اس وقت یہ بات نہیں کر رہا۔ میں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ ہم بہت سارے وقت کو وقت سمجھ رہے ہیں جو وقت نہیں ہے۔ چنانچہ کسی نے خوب لکھا تھا کہ وقت گھڑی کی سوئی کی حرکت سے یا سیکنڈ کی ٹک ٹک سے نہیں بلکہ دل کی دھڑکن سے ناپا جاتا ہے۔ جتنا زیادہ ہیجان پیدا ہوا ہے اسی قدر تیز رفتاری سے وقت گزرا ہے۔

اس پہلو سے جب آپ غور کریں تو قرآن کریم کی آیت کا مضمون ایک اور شان سے سامنے آتا ہے اور وہ لیلۃ القدر سے متعلق ہے۔ فرمایا:

وَمَآ اَدۡرٰىكَ مَا لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِؕ ۝۳ لَيۡلَةُ الۡقَدۡرِ ۙ خَيۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَهۡرٍؕ ۝۴ (القدر: ۳۔۴)

لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے اور لیلۃ القدر سے ایک مراد آنحضور ﷺ کی راتیں ہیں۔ جن کی قدر تھی۔ آپ جن کی قدر کرتے تھے راتوں کی اور ان کو صحیح مصرف کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جن راتوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ایک رات بظاہر اتنے وقت میں گزری ہے جتنے وقت میں زمانے کی اس جگہ کے بسنے والوں کی رات تھی۔ تو فرمایا ایک اور تیس ہزار کی نسبت اس رات میں اور اس رات میں ہے۔ ایک ایک لمحہ استعمال فرما رہے ہیں آنحضرت ﷺ اس لئے آپ کی راتوں کی قدر خدا کے نزدیک بڑھ گئی۔ اس پہلو سے میں نے غور کیا تو بہت سے اور مضامین بھی خدا تعالیٰ نے سجھائے اور حیرت انگیز طور پر عمر دنیا سے اس مضمون کا تعلق دکھائی دیا۔

بہر حال ہم جس کے غلام ہیں اس کا پیمانہ ہمیں بتا دیا گیا، اس کے وقت کا پیمانہ اور ہمیں متوجہ کیا گیا کہ تم بھی اپنے وقت کو بھرنے کی کوشش کرو۔ جتنے لمحے تمہارے بھر پور ہوتے چلے جائیں گے، اُتنا تیز رفتاری سے تمہارا وقت گزرے گا اور تمہارے غیروں کے مقابل پر تمہارے وقت کی قیمت خدا کے نزدیک اسی پیمانے کے مطابق جانچی جانی چاہئے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کا وقت اگر دوسرے کے وقت سے ایک اور تیس ہزار کی نسبت رکھتا تھا تو آپؐ کے غلاموں کا وقت بھی دوسرے انبیاء کے غلاموں سے مقابلۃً اتنا ہی زیادہ کارآمد اور مصروف ہونا چاہئے۔ حرکت کے لحاظ سے معنوں کے لحاظ سے۔

پس جب ہم اپنے وقت کو پہچانتے ہی نہیں، ہمیں پتا ہی نہیں ہے کہ وقت گزر بھی رہا ہے کہ نہیں تو ہم کس طرح خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دیں گے کہ اے خدا! تو نے تو باطل نہیں پیدا کیا تھا مگر ہم نے باطل کر کے دکھا دیا۔ اس لئے وقت خود اپنی ذات میں ایک جواب طلبی کا ذریعہ ہے۔ یہ کہنا کہ جی میرا وقت ہے تمہیں کیا فرق پڑتا ہے میں جس طرح گزاردوں۔ یہ غلط بات ہے اس کو دماغ سے نکال دیں۔ آپ کا وقت نہیں ہے خدا کا وقت ہے اور وہ وقت کا بھی مالک ہے اور ان معنوں میں آپ کا وقت ہے کہ آپ کو امانتاً دیا گیا ہے۔ اس وقت کے متعلق جواب طلبی ہو گی اور یہ جواب آپ کو دینا پڑے گا کہ ہم نے اس وقت کی حرکت کو باطل میں تبدیل کیا تھا یا حق میں تبدیل کیا تھا۔

یہ مضمون اگر آپ ذہن میں رکھیں تو وہ وقت جو ہم ضائع نہیں کرتے جو گزر رہا ہے کسی حرکت میں، اس پر نظر ڈالیں تو وہ واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہوتا نظر آتا ہے۔ وقت یا باطل کی

طرف جارہا ہے یا حق کی طرف جارہا ہے یا اندھیرے کی طرف جارہا ہے یا روشنی کی طرف جارہا ہے، تیسری کوئی حالت نہیں ہے اور آپ جس کو آرام کہتے ہیں یعنی تھکاوٹ دور کرنا، اس کا بھی اس سے تعلق ہے۔ جس کا دن نیکیوں میں گزرے اس کا آرام بھی نیکیوں میں ہوتا ہے، جس کا دن بدیوں میں گزرے اس کا آرام بھی بدیوں میں ہوتا ہے اور اس فلسفے کو خدا تعالیٰ نے نہایت ہی عظیم الشان طریق پر حضرت رسول اکرم ﷺ کی سنّت کے مضمون کے تعلق میں ہمیں پھر سمجھایا:۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۸ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۹ (الم نشرح:۸-۹)

تھکا ہوا آدمی لذت چاہتا ہے اس سے خدا تعالیٰ انکار ہی نہیں کرتا۔ لذت کو وقت کا ضیاع نہیں فرماتا مگر یہ فرماتا ہے لذت باطل کے ذریعے بھی ہوسکتی ہے اور حق کے ذریعے بھی ہوسکتی ہے۔ جس کے وقت کا لمحہ لمحہ بے انتہا قیمتی تھا یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ۔ آپ کی لذت خدا تعالیٰ کی ذات میں تھی۔ اس لئے جب آپ فارغ ہوتے تھے تو تب بھی آپ کی لذت خدا تعالیٰ کی یاد میں ہوتی تھی۔ کام بھی خدا اور آرام بھی خدا۔ یہ توحید کامل پیدا ہو جاتی ہے مؤحد کامل میں۔

اس پہلو سے اگر آپ وقت کا حساب لگائیں تو ایک اور بڑی دلچسپ بات سامنے آتی ہے حضرت رسول اکرم ﷺ اور اپنے درمیان فاصلہ جانچنے کا ایک بہت ہی عمدہ پیمانہ خدا نے ہمیں پکڑا دیا۔ ہم اپنے آرام کے تصور اور تھکنے کے بعد ہم کیا چاہتے ہیں، اس تصور کا آنحضرت ﷺ کے آرام کے تصور اور تھکنے کے بعد آپ کیا چاہتے تھے، اس کے ساتھ موازنہ کر کے دیکھیں تو پھر آپ کو سمجھ آئے گی کہ یہ فاصلے کتنے زیادہ ہیں۔ اتنا فاصلہ ہے ایک عام انسان میں خواہ وہ متقی بھی ہو اور حضرت رسول اکرم ﷺ کے اعلیٰ اور ارفع مقام میں کہ اس پیمانے سے جب آپ اپنے آپ دیکھیں تو ہر متقی اپنے آپ کو گناہ گار سمجھنے لگ جائے گا۔ اس کے بے شمار آرام کے مواقع جو وہ تلاش کرتا ہے یا حاصل کرتا ہے ان پر جب وہ نظر ڈالتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ کے پیمانے پہ وہ پورے نہیں اترتے۔ کچھ نہ کچھ رب سے ہٹ کر ان کا مقام ہے اگر چہ بڑا فرق ہے اس میں بھی جو غیر متقی ہے وہ خالصۃً باطل میں جا کر اپنی آرام طلبی کا اظہار کرتا ہے، اپنی لذت یابی کو کلیۃً باطل میں ڈھونڈتا ہے۔ مومنوں میں سے ایک بڑا حصہ ہے جو No Man's Land میں رہتا ہے، نہ باطل میں نہ

حق میں اس کی لذت زیادہ سے زیادہ یہ ہوگی کے سو جائے گا یا کسی جگہ آرام سے ٹک کر کہیں غور شروع کر دے گا۔ضروری نہیں کہ خدا کی حالت پہ غور کرے۔آنحضرت ﷺ کی لذت اس کے مقابل پر یا تو Active عبادت میں تھی، باشعور عبادت میں اور یا ایسی نیند میں جس میں آپؐ خود فرماتے ہیں کہ میری نینداور تمہاری نیند میں فرق ہے **تنام عینی ولا ینام قلبی** (بخاری کتاب المناقب حدیث نمبر:۳۳۰۴) کہ میری آنکھ تو سو جاتی ہے مگر میرا دل نہیں سوتا اور یہاں دل کی بھی آپ نے ایک تعریف فرما دی جس سے آج کل جو جھگڑا ہے کہ قرآن کریم جب دل کہتا ہے تو کیا مراد ہے۔ Sub-Conscious Mind مراد ہے۔قلب سے مراد یہاں ہے کہ میرے اندرونی دل میں جو ہے ہر وقت ذکر الٰہی گھوم رہا ہے۔اس لئے نیند کی حالت میں بھی جو لذت ہے، جو سکون ہے، اس کی بنیادی وجہ آنحضرت ﷺ کے لئے یہ تھی کہ نیند کی حالت میں بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر ذہن میں گھوم رہا ہوتا تھا اور آپکو بھی یہ تجربہ ہوگا کہ اگر دن برا گزرا ہو، خطرات میں گزرا ہو تو رات بے چین نیند آتی ہے یا کل کے خطرات ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا ذہن بھی اس وقت کام کر رہا ہے لیکن غلط رستوں پر کام کر رہا ہے۔سکون دینے کی بجائے آپ کو خراب کر رہا ہے، بے چین کر رہا ہے اور طرح طرح کے خوف دلا رہا ہے۔ایک آدمی جو گناہوں کے متعلق سوچتا رہے ہر وقت اس کے ذہن میں جو نیند کے وقت حالتیں ہیں وہ بھی گناہ کی حالتیں گزرتی ہیں۔تو آنحضرت ﷺ کا وقت نہ صرف یہ کہ مصروف تھا اور لمحہ لمحہ مصروف تھا بلکہ اس وقت کا کام بھی خدا تعالیٰ کے لئے تھا اور اس وقت کا آرام بھی خدا تعالیٰ کے لئے تھا۔ ہر لمحہ اور لمحے کا ہر حصہ اس طرح حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا مصروف چلا ہے اور بھر پور چلا ہے کہ آپ نے بعض ایسی راتیں گزاریں ہیں کہ ایک ایک رات ان میں سے عام انسان کی تیس، تیس ہزار راتوں سے زیادہ بھر پور تھی اور معنی خیز تھی۔

تو جماعت احمدیہ کو اپنے وقت کی قیمت کا احساس ان پیمانوں کو پیش نظر رکھ کر کرنا چاہئے۔ ہمارے سپرد جو کام ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔اتنے زیادہ ہیں کہ اگر آپ جائزہ لیں کہ انگلستان کی حالت تبدیل کرنے کے لئے ہمیں کتنے سال چاہئے؟ تو اگر کوئی باشعور انسان ہو اور حساس ہو اور دین کی محبت رکھتا ہو اور اس بات میں صرف یہی فکر ہر وقت اس کو دامن گیر ہو تو اس کو اپنی صحت کی فکر کرنی چاہئے۔بظاہر ایک ناممکن کام نظر آتا ہے۔کتنے سال سے جماعت نے محنت کی ہے اور اس کے بعد

اب تک جو تبدیلیاں پیدا ہم کر سکیں ہیں اگر چہ ہر تبدیلی پہ دل شکر سے بھرتا ہے لیکن ذمہ داری کا جہاں تک احساس ہے اس پہلو سے اگر آپ دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم وقت سے بہت ہی پیچھے رہ گئے ہیں۔ ساری دنیا کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنا اور حق کے رستے پہ چلا دینا اتنا بھاری، اتنا بڑا کام ہے کہ جہاں تک ہماری جماعت کی تعداد کا تعلق ہے، استطاعت کا تعلق ہے بالکل ناممکن نظر آتا ہے لیکن جہاں تک وقت کے اس پیمانے کا تعلق ہے جو قرآن کریم نے ہمارے سامنے رکھا ہے اور اس پیمانے کو آنحضرت ﷺ نے کس طرح استعمال فرمایا تھا اس بات کی طرف جب قرآن کریم ہمیں متوجہ کرتا ہے تو ناممکن بات ممکن ہوتی دکھائی دیتی ہے۔

اب میں اس فلسفے کی روشنی میں چند منٹ واقعاتی تجزیہ کر کے آپ کو بتاتا ہوں کہ انگلستان کی مثال دی تھی۔ انگلستان کی جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک ایسی جماعت ہے جو مصروف ہے اور عام طور پر جو موازنہ کیا جاتا ہے اس کے لحاظ سے اسے صف اول کی جماعتوں میں شمار کرنا چاہئے۔ لیکن اس کے باوجود جب آپ قریب کے نظر سے جائزہ لیں تو اتنے خلا آپ کو نظر آئیں گے کہ ہوش اڑنے لگتے ہیں ان کو دیکھ کے۔ ہر جماعت میں نزدیک کی نظر سے ڈوب کر دیکھیں تو آپ کو جگہ جگہ خلا اور جگہ جگہ وقت کا ضیاع اس کثرت سے دکھائی دے گا کہ حواس باختہ ہو جاتا ہے آدمی کہ اتنا بڑا ہمارا قیمتی وقت، اتنے بڑے کام والی جماعت کا اور اتنا ضائع ہو رہا ہے اور اس طرح ضائع ہو رہا ہے۔ بے مصرف جس کو میں وقت کہتا ہی نہیں کیونکہ خدا کی تعریف کے مطابق تو جو بے مصرف لمحات ہیں وہ وقت نہیں ہیں۔ سکوت، جمود، موت اس کا نام رکھ دیں وقت نہیں رکھ سکتے۔ تو یہ موت کا حصہ ہی اتنا بڑا ہے کہ آدمی حیران ہو جاتا ہے کہ اتنا قیمتی وقت رکھنے والی جماعت جو مستعد جماعتوں میں سے ایک جماعت ہے اس کے افراد میں سے اکثر کا وقت بہت حد تک اس طرح ضائع ہوتا ہے کہ کوئی بھی عمل اس سے پیدا نہیں ہو رہا اور پھر جب آپ اس وقت کو لیتے ہیں جو مصروف ہے جو حقیقت میں وقت کہلانے کا مستحق ہے، اس میں سے بھاری حصہ ایسا ہے جو اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ کے مطابق نہیں ہے وہ باطل کی طرف حرکت کر رہا ہے یا بے معنی ہے۔

جہاں تک دنیا کے علوم کا حصول اور اس کی کوششوں کا تعلق ہے اس کو میں ضائع نہیں کہتا، اس کو میں باطل نہیں کہتا۔ میری مراد یہ ہے کہ اس وقت کے اندر بھی آپ کے ذہن کی گردش ایک ہی

وقت میں خدا کی طرف بھی حرکت کر سکتی ہے اور خدا کے بغیر بھی حرکت کر سکتی ہے۔ قرآن کریم نے یہ تفریق ہی نہیں کی دنیا کے کام کی یا دوسرے کام کی۔ قرآن کریم کہتا ہے سارا کام دنیا کا ہے تم دنیا کے اندر رہو گے۔ دنیا کے جو حالات ہیں تم پر گزریں گے۔ تم دنیا میں تبدیلیاں پیدا کر رہے ہو گے اس طرح خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اور وقت کو اکٹھا کر دیا ہے Space اور Time کو ایک جگہ باندھ دیا ہے۔ یہ ہے خلاصہ زندگی کا۔ فرمایا ایسی حالت میں تم ہر کام کر سکتے ہو کہ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ تمہارا قیام، تمہارے اٹھنا، تمہارے بیٹھنا، تمہارا لیٹنا، تمہارا سب کچھ ذکر الٰہی سے معطّر ہو جائے گا۔

ایک Scientist جب کام کر رہا ہے تو اس کے ذہن کو بار بار اپنے رب کی طرف منتقل ہوتے رہنا چاہئے اور اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ کا ایک یہ مضمون بھی ہے، ایک یہ مفہوم بھی ہے۔ جو چیزیں وہ Discover کرتا ہے جس چیز کا جائزہ لے رہا ہے، اس کا دماغ ہمیشہ مستقلاً چونکہ خدا کے تصور میں ڈوبا ہوا ہے اس لئے اس کو ہر جگہ خدا کا جلوہ دکھائی دے رہا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چاند کو دیکھ کر نظم فرمائی اس میں یہی مضمون ہے۔ ایسا شخص جب سیر کے لئے بھی جاتا ہے تو بظاہر وہ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ کا مضمون نہیں ہے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہم پڑھتے ہیں کہ آپ ڈلہوزی جا رہے تھے تو خوبصورت نظاروں پر کھڑے ہو کر بعض دفعہ ذکر الٰہی میں اس طرح ڈوبے اور بعض دفعہ وہاں نوافل پڑھے خاص طور پر اللہ کی یاد میں تو پھر یہ مضمون کھل جاتا ہے کہ دنیا قرآن کریم کے تصور کے مطابق اس طرح نہیں بانٹی جا رہی کہ کچھ وقت غیر کا ہے کچھ خدا کا ہے۔ وقت ہے ہی خدا کا۔ وقت ہمارا ہے ہی نہیں۔ جو خدا کا وقت خدا کو لوٹاتے ہیں جس حد تک لوٹاتے رہتے ہیں، وہ امین بندے ہیں خدا کے اور ہر حالت میں وہ خدا کو لوٹا رہے ہوتے ہیں۔ بیوی سے محبت کرتے ہیں تب بھی وہ وقت کو خدا کو لوٹا رہے ہوتے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا جو اس وجہ سے اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالتا ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کہ حسن سلوک کرو اور پیار کا اظہار کرو تو یہ بھی اس کی عبادت ہے۔ (بخاری کتاب الایمان حدیث نمبر: ۵۶)

تو دیکھیں جو قرآن نے وقت کی تعریف کی ہے اس کی رو سے اب یہ جھگڑا ختم ہو گیا کہ کتنا وقت ہم خدا کو دیں اور کتنا غیر اللہ کو دیں اور یہ بحث غائب ہو گئی کہ کونسا وقت ہم غیر اللہ کو دینے پر مجبور

ہیں، آخر ہم نے دنیا کمانی ہے، ہم نے کھانا ہے، ہم نے آرام کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد مصطفیٰ ﷺ نے تمہیں عملاً یہ کر کے دکھا دیا ہے۔ وہ بھی آرام کرتے ہیں لیکن ان کے آرام پر بھی خدا اس طرح چھا گیا کہ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ کا مضمون تمہیں ہر جگہ نظر آئے گا۔ سیر میں بھی، اٹھنے بیٹھنے میں بھی، دنیا کی تحقیق میں بھی، گفتگو میں بھی۔ اس پہلو سے جب ہم اپنا جائزہ لیتے ہیں تو جہاں وقت ضائع کرنے والوں کا میں نے ذکر کیا تھا، جولوگ وقت ضائع نہیں کر رہے، ان کے وقت کا بھی ایک بڑا حصہ ضائع ہو رہا ہے اور تب انسان کو محسوس ہوتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی حقیقی شان اور حقیقی مقام کتنا ہے اور ان تک پہنچنے کے لئے کتنی عمریں درکار ہیں۔

ایک پہلو سے ایک سال اور تیس ہزار سال کی نسبت بھی قرار دی جاسکتی ہے اگر اس کو قدر کی رات کے پیمانے سے جانچا جائے۔ مگر ہم اس بات کے تو بہر حال جوابدہ ہیں کہ ہماری حرکت اس طرف تھی یا اس سے برعکس طرف تھی؟ کیا ہم کوشش یہ کر رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی سیرت کے مطابق، آپؐ کے نمونے کے مطابق اپنے وقت کو وقت بنائیں یا اس کے برعکس سمت میں ہم رواں تھے۔ اس پہلو سے بھی آپ غور کر کے دیکھیں تو ہمارا بہت سا وقت ضائع ہوتا نظر آ رہا ہے بلکہ ہماری اولاد کا وقت ہم سے بھی زیادہ ضائع ہوتا نظر آ رہا ہے اور یہ خطرہ سامنے آجاتا ہے کہ ہم نے اگر اپنے وقت کی کوئی قیمت حاصل بھی کر لی تو ہم ایسی اولاد پیچھے چھوڑ کر جارہے ہیں جن کا وقت باطل کی طرف متحرک ہے۔ وہ جو سائنس پڑھیں گے تو دنیا دار کی طرح سائنس پڑھیں گے۔ ان کو سائنس میں خدا نظر نہیں آرہا ہوگا۔ وہ جب دنیا میں بڑے بڑے مقامات حاصل کریں گے تو دنیا دار کی طرح باطل کے مقامات حاصل کر رہے ہوں گے۔ جبکہ آج کی نسل میں وہی مقامات پہ فائز آدمی، ایک متقی بھی ہو سکتا ہے، مخلص بھی ہوسکتا ہے۔ جس کے وقت کی توجہ ہر وقت خدا کی طرف ہے۔

تو اتنا کام ہونے والا ہو جس جماعت کے لئے اندرونی طور پر اور پھر بیرونی طور پر جو دنیا کو تبدیل کرنا ہے۔ یہ ساری باتیں اگر آپ غور کریں تو تب آپ کو سمجھ آئے گی کہ کتنا بھاری ذمہ داری کا کام ہے، کتنا بوجھ ہے۔ اور جولوگ جوابدہ ہیں وہ خدا کے سامنے کس طرح اپنے لمحات کا حساب پیش کریں گے۔ ہم میں سے ہر ایک جوابدہ ہے۔ اس لئے جماعت کا وقت اگر پہلے سے بہتر نہیں ہوتا تو میں جوابدہ ہوں۔ اس تصور سے بھی میرے ہوش اڑتے ہیں اور جان کانپتی ہے کہ کیا میں خدا کو منہ

دکھاؤں گا کہ تمہارے وقت کے ساتھ جماعت کا وقت باندھا تھا اور تم نے پرواہ نہیں کی کہ اس جماعت کا وقت پہلے سے زیادہ بہتر ہوتا چلا جائے اور آپ میں سے ہر ایک جوابدہ ہے اپنے وقت کے لئے اور اپنے ماحول کے لئے جوابدہ اور ہر امیر جوابدہ ہے اپنی جماعت کے لئے اور ہر عہدے دار جوابدہ ہے اپنی جماعت کے وقت کے لئے جہاں تک اس کے شعبے سے تعلق ہے۔

کئی لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ کئی علاقوں میں مثلاً بعض علاقائی جماعتیں ہیں، بعض شہری جماعتیں ہیں، وہاں سے یہ اعتراض ملتے رہتے ہیں کہ جی امیر نے تو دس چار آدمیوں کے ساتھ ایک عاملہ بنائی ہوئی ہے اور سب کچھ ان کے ہی ہاتھ میں ہے اور باقی جماعت کی پرواہ ہی نہیں کرتے۔ اگر جماعت کے وقت کی پوری قیمت لی جائے تو کہیں یہ اعتراض پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اتنا زیادہ کام ہے ہر شعبے کا کہ یہ بحث تو چل سکتی ہے جیسے انگلستان میں چلتی ہے اکثر دیکھا گیا ہے کہ جی فلاں آدمی مجھے چاہئے وہ لیکر جا رہا ہے۔ فلاں آدمی مجھے چاہئے وہ فلاں لیکر جا رہا ہے۔ آدمیوں کی تلاش میں پھر رہے ہیں لوگ کیونکہ کام زیادہ ہے اور جو آدمی مہیا ہیں وہ پورا نہیں آسکتے۔ یہ اعتراض کس طرح پیدا ہوگیا کہ کام کے لئے صرف چند آدمی ڈھونڈے ہوئے ہیں اور باقیوں سے کام نہیں لیا جا رہا۔ عہدہ اور چیز ہے کام اور چیز ہے یہ تو ناممکن ہے کہ امیر اپنے وقت کا خیال کر رہا ہو اور اپنے وقت کی قیمت پہچانتا ہو اور یہ احساس بھی رکھتا ہو کہ اب صرف میرا وقت میرا نہیں رہا بلکہ میری ساری جماعت کا وقت میرا بن گیا ہے۔ اس کے اِس احساس کے بعد یہ اعتراض اس پر ہو رہا ہو، بعض لوگ کہہ رہے ہوں کہ جی ہم سے کام نہیں لیا جاتا، چند آدمی ہیں جو آپس میں بانٹ لیتے ہیں، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

ایک اشاعت کا کام مثلاً لے لیجئے۔ مثال کے طور پر سمجھاتا ہوں کے کتنا زیادہ ذمہ داری ہے ہماری اشاعت میں۔ دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں لٹریچر شائع ہو رہا ہے اور جو اس وقت سکیم ہے اس کے مطابق انشاءاللہ تعالیٰ اگلے چند مہینوں کے اندر اس کثرت سے دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں بنیادی لٹریچر شائع ہونے والا ہے کہ میں فکر مند ہوں کہ اس کو سنبھالیں گے کس طرح اور اگر اس کا نکاس کرنا ہو تو جماعت میں جو سیکرٹری ہے اس کام کے لئے، اشاعت کے لئے، اگر وہ فعال ہو اور پوری طرح اپنی ذمہ داری ادا کرنے والا ہو تو وہ تو لوگوں کی منتیں کرتا پھرے گا جگہ جگہ کہ آؤ اور مجھے

وقت دو کیونکہ مجھ سے یہ کام سنبھالا نہیں جا رہا۔ Arabic زبان کے لٹریچر کے لئے عربوں سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ روسی زبان کے لٹریچر کے لئے روسیوں سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ اٹالین زبان کے لٹریچر کے لئے اٹالین سے رابطہ کرنا پڑے گا۔ سپینش زبان کے لٹریچر کے لئے سپینش سے رابطہ کرنا پڑے گا۔

سو سے زیادہ زبانوں میں ہم اگلے دو تین سالوں کے اندر قرآن کریم یا مکمل شائع کرنے والے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ یا کم سے کم ایک پارے سے زائد آیات قرآن کریم شائع کرنے والے ہیں۔ قریباً 55 زبانیں ایسی ہیں جن میں پورا قرآن کریم شائع ہوگا اور 55 کے لگ بھگ ہی ایسی زبانیں ہیں جن میں قرآن کریم کا ایک حصہ جو نمائندہ آیات پہ مشتمل ہوگا، وہ شائع ہوگا۔ اب سو زبانوں میں جو قرآن کریم ہے وہ اگر چھپ کر ہمارے پاس یہاں پڑا رہے گا، اس کو تو سنبھالنا ہی ممکن نہیں۔ دس، دس ہزار کی تعداد میں آپ اندازہ لگائیں کہ کتنی بڑی تعداد ہوگی اس کو کیا کریں گے ہم؟ اس کے چھپنے سے پہلے سیکرٹری اشاعت کا کام ہے کہ وہ رابطے کرے اور اپنی جماعت کو مستعد کرے ایسے آدمی مقرر کرے جو Specialize کریں Russians کے متعلق کہ ان کو ہم نے ڈھونڈنا ہے کہاں کہاں ہیں، کس طرح ان سے رابطہ کرنا ہے، کس طرح ان کے اندر ابتدائی طور پر اسلام میں دلچسپی پیدا کرنی ہے تاکہ جب لٹریچر آئے تو وہ اور اس کے ساتھی جس کا کام صرف روسیوں سے تعلق رکھنا ہے وہ تیزی کے ساتھ اس لٹریچر کو آگے چلا دیں۔ گجراتی زبان میں لٹریچر ہے، گجراتیوں کو تلاش کرنا پڑے گا۔ Spanish زبان میں لٹریچر ہے Spanish کو تلاش کرنا پڑے گا۔ اٹالین زبان میں قرآن کریم چھپ چکا ہے اور اس کا نکاس نہیں ہو رہا۔ اس لئے کہ جماعت میں بہت حد تک اس طرف توجہ نہیں ہے۔ تو صرف ایک سیکرٹری اگر اپنے کام کو مؤثر طریق پر آگے بڑھائے تو اس کی پھر آگے دو شاخیں بن جائیں گی۔ ایک لٹریچر ہے قابل فروخت اس کے لئے بہت زیادہ حکمت سے چھان بین کر کے رابطے بڑھانے پڑیں گے۔ پریس سے رابطہ کرنا پڑے گا، ان لوگوں سے رابطہ کرنا پڑے گا، اس کا تعارف کروانا پڑے گا، پبلسٹی (Publicity) کے ذریعے ڈھونڈنے پڑیں گے اور ایک ہے فری لٹریچر کی تقسیم، مفت اشاعت جسے ہم چاہتے ہیں چاہے ہمیں کوئی آنہ بھی نہ دے ہم اس تک کتاب کو پہنچائیں۔ اس سلسلے میں ذاتی تعلقات بنانے پڑیں گے کیونکہ ڈاک کے ذریعے لٹریچر بھیجنا بعض دفعہ وقتی طور پر تو مفید ہوتا ہے ایک اشتہار بازی کے لئے، توجہ دلانے کے لئے، مگر اگر اس کو

مستقل اپنا طریقہ بنالیں تو بھاری حصہ اس کا ضائع چلا جاتا ہے۔اور جماعت کے پاس تو اتنے پیسے نہیں ہیں زائد کہ اس طرح کثرت سے اپنا روپیہ ضائع کرے اور اپنا وقت ضائع کرے۔تو انفرادی تبلیغ کے ذریعے ہی یہ کام ہوسکتا ہے۔

اب اگر داعی الی اللہ بنانے والا سیکرٹری مستعد نہ ہوساتھ تو یہ گاڑی چل ہی نہیں سکتی۔صرف ایک پہیہ ہوگا اشاعت والا اور دوسرا پہیہ ساتھ چل ہی نہ رہا ہو تو کس طرح کام آگے بڑھ سکتا ہے اور داعی الی اللہ کے پہلو سے اگر آپ دیکھیں تو اتنے بڑے خلا نظر آئیں گے مستعد جماعتوں میں بھی کہ آج بھی انگلستان کے نوے فیصدی احمدی یقیناً ایسے ہیں جو داعی الی اللہ نہیں بنے۔مجھے پتہ ہے میں تفصیل سے جائزہ لیتا رہتا ہوں، مجھ سے خط وکتابت ہوتی ہے داعیین الی اللہ کی رپورٹوں میں ان کے نام ملتے ہیں۔تو یہ بلا مبالغہ ہے کہ نوے فیصدی اس جماعت میں ایسے دوست ہیں جو ابھی تک داعی الی اللہ نہیں بن سکے۔تو جو جماعتیں پیچھے ہیں وہاں بعض دفعہ ننانوے فیصدی ایسے ہیں جو نہیں بنے۔

انقلاب تو بڑا آنے والا ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس لئے چنا ہے۔مگر انقلاب تب آئے گا جب آپ کا وقت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وقت کے ساتھ ہم آہنگ ہو جائے گا۔قدم بہ قدم اس آقا کے وقت کے پیچھے آپ کا وقت غلاموں کی طرح پیروی کرے گا، تب یہ انقلاب ضرور آئے گا دنیا میں۔اتنا بھر پور پھل ملے گا پھر آپ کو کہ واقعۃً جس طرح کہتے ہیں سنبھالا نہیں جاتا، اس طرح کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ آپ کے وقت کو مثمر ثمرات حسنہ فرمائے گا۔ بہترین، شیریں، دائمی پھل اس کو لگنے شروع ہو جائیں گے اور کتنی شاخیں ہیں جن کا وقت اس طرح مثمر ہو چکا ہے کتنی ایسی شاخیں ہیں جو صرف موت کی حالت میں موت ہی کا انتظار کر رہی ہیں۔کوئی بھی مقصد نہیں۔

اس پہلو سے چونکہ سال کا آغاز ہے میں ساری دنیا کی جماعتوں کو متوجہ کرتا ہوں کہ وقت کے مضمون پر غور کریں اور قرآن کریم کی اصطلاحوں میں غور کریں اور بھر پور کوشش کریں امراء اور مبلغین و مربیان کہ خود ان کا وقت بھر پور ہو اور ساری جماعت کا وقت بھر پور ہو اور باطل کی سمت میں حرکت کرنے والا نہ ہو بلکہ حق کی سمت میں حرکت کرنے والا ہو۔مشکل کام ضرور ہے مگر توجہ ہو، محنت ہو، دعائیں ہوں تو دن بدن اللہ تعالیٰ کے فضل سے آئندہ آنے والا وقت ہمارے گزرے ہوئے وقت سے بہتر ہوتا چلا جائے گا۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔